حقیقی دین سے دوری کے اسباب

تحقیق و ترتیب

الحاج قاری محمد ارشاد علی

مولوی عالم جامعہ نظامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقیقی دین سے دوری اور ناواقفیت کے اسباب

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

- جہالت اور ضد۔
- دین کے صحیح علم سے دوری۔
- تقلید آباواجداد کو لازم جاننا۔
- احساسِ برتری یعنی اپنی بات کو اونچی رکھنے کا جذبہ۔
- شخصیت پرستی۔
- عالموں کے بیانات اور تقاریر کو قرآن اور حدیث سے ملا کر نہ دیکھنا۔
- غیر دینی ماحول کے اثرات سے بے حِسی۔
- اہل وعیال کی دینی تربیت سے غفلت۔
- خود پسندی اور خود پرستی۔
- علم دین (قرآن و حدیث وفقہ) کے بجائے موضوع حکایات، واقعات اور کرامات کے بیانات کو علم دین سمجھنا۔
- دنیاداری میں ڈوب جانا۔
- فکر آخرت کا نہ ہونا۔
- خواہشات پرستی کو تہذیب جدید کا تقاضہ سمجھنا۔
- جاہل صوفی اور عامل کو عَالِم دین سمجھنا۔

- اپنے علم اور عمل کو حرفِ آخر سمجھنا۔
- عظمت رسول صلّی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ہٹ کر سمجھنا اور سمجھانا۔
- اپنے علم اور عمل کی توثیق صحیح عالم دین سے نہ کروانا۔
- اپنی اصلاح اور تزکیہ نفس کیلئے عَالِم شریعت سے رُجوع ہونیکے کے بجائے جاہل صوفی کا دامن تھامنا۔
- احادیث پر بلا تحقیق عمل کرنا۔
- معیار زندگی کو اونچا کرنا اور معیار انسانیت کو بھول جانا۔
- دنیوی علم اور تجربہ رکھکر اپنے کو عالم دین سمجھنا اور دینی خدمات کو سرانجام دنیا۔
- اللہ کے حکم اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر دوسروں حکم کو ترجیح دینا۔
- نماز فجر سے غفلت اور نماز جمعہ کا اہتمام۔
- دن بھر عورتوں کی مشغولیت ٹی۔وی۔social media کے ساتھ۔
- بچوں کی دین بیزاری اور دین دوری کا آغاز Children programs سے ہونا۔
- صاحبِ خانہ کی بے حسی اور محاسبہ اہل وعیال سے غفلت۔
- اوسط اور کم علم مسلم طبقہ کا ٹی وی، social media، Serials, Programs ہی کو دینی علم کے حصول کا ذریعہ سمجھنا۔
- مسلمان عورتوں کا نتیجتاً حجاب (پردہ) کو غیر ضروری سمجھنا۔
- مسلمان بچوں کا اردو زبان نہ سیکھنا اور اُسکی اہمیت بہ اعتبار دین کو نظر انداز کرنا۔
- مسلمان بچوں کو دیندار لوگوں سے دور رہنا اور اپنے دنیوی علم کو ہی سب کچھ سمجھنا۔

- مسلمان بچوں مین دینی تربیت کا فقدان (خاتمہ)۔

غور طلب باتین

(۱) عام لوگوں کا خیال ہے کہ مادی خوشحالی آجائیگی تو عوام بد عنوانیاں نہیں کریگی لیکن جس رفتار سے مادی ترقی میں اضافہ ہو رہا ہے اُسی رفتار سے جرائم میں اضافہ خوشحال ممالک میں ہو رہا ہے۔ مادی ترقی کی بناء پر لَب ریز خوشحالی اگر لوگوں میں آجائے تو بداخلاقیوں کو لگام لگانیکے لیے مذہبی محرک ہی ایک ذریعہ ہے۔ اگر کسی کا تصوّر ہے کہ مذہب کے بغیر اخلاق کی ضرورت تسلیم کی جائے تو سمجھ لیں کہ مذہب کی دیواروں کے بغیر اخلاق کی چھت نہیں کھڑے رہ سکتی۔

(۲) مذہب ہی کے ذریعہ انسان میں ایک مُحرّکِ پیدا کیا جا سکتا ہے۔ جو انسان کے احساسِ ذِمّہ داری کو بیدار کر سکے اور جو انسانی زندگی میں انقلاب لا سکے۔ چنانچہ اسلام میں جو محرک ہے وہ "خدائے واحد کے سامنے یومِ آخرت جوابدہی" ہے۔ یہ ایسا محرک ہے جو انسانی زندگی کو بدل ڈالتا ہے اسکے مقابل دیگر مذاہب کے محرک، جیسے عیسائی مذہب میں کَفّارَہ کا محرک، ہندو مذہب میں کَرَمَا اور مَانَوّتا یا پُنَر جَنَم کا محرک ناقص ہو نیکی بناء پر وہ انقلاب نہیں لا سکے۔ ذرا مشاہدہ کرنیکی ضرورت ہے۔ اُدھر مغربی ممالک جرائم کی فہرست میں سر فہرست اور اِدھر غیر مسلم کرپشن اور بدعنوانیوں میں آ گے ہیں۔ اسلام، نجات کو اپنی محنت کا نتیجہ قرار دیتا ہے نہ کہ خدا کے بیٹے کے سُولی پر چڑھ جانے کو نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾ [فاطر:۱۸]

“Islam tells that salvation of MAN is his own duty and not dependent on the sacrifice of a "SON OF GOD”

(۳) مغربی سماج میں بگاڑ ہے اور مسلمانوں کے موجودہ معاشرہ میں بھی بگاڑ ہے۔ مغربی سماج کا بگاڑ عین اسکے وضع کردہ اُصولوں پر عمل کرنے کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ اسکے وضع کردہ اُصولوں اور حقیقت کے درمیان ٹکراو ہے اور جو اُصول، فطرت یا حقیقت سے ٹکراتے ہیں اُن پر عمل کرنے سے بگاڑ پیدا ہونا لازمی بات ہے۔ مسلمانوں کے معاشرے کے بگاڑ کی وجہ یہ ہے کہ اِن کے اُصول اور عمل کے درمیان فرق ہو گیا۔ اِس کا حل یہ ہے کہ اسکے اُصولوں پر عمل کریں۔ صرف اُصول رکھنے سے باعمل نہیں ہو جاتے۔

(۴) سارے مذاہب کے درمیان وحدت کا نظریہ (Unity in Religions) نہ تو فطری ہے اور نہ قابل عمل، البتہ مذاہب کے درمیان وحدت کے بجائے اہل مذاہب کے درمیان رواداری اور برداشت کا نظریہ نہ صرف فطری ہے بلکہ قابل عمل بھی ہے اور یہی فرقہ وارانہ مسائل کا واحد حل ہے۔

(۵) ”انسانی شخصیت کی تعمیر“ ہی خود اسلام کا مقصد ہے اور یہی مقصد دیگر مذاہب کا بھی ہے۔ لیکن مذہب اسلام اور دیگر مذاہب میں جو فرق ہے وہ کامل اور ناقص کا نہیں ہے بلکہ مستند (Authentic) اور غیر مستند (Unauthentic) کا ہے۔اسکے علاوہ محفوظ اور غیر محفوظ کا بھی ہے کیونکہ تحریف (Distortion) اور تغیرات (alteration) کیوجہ سے دیگر مذاہب میں اصل حقیقت بگڑ کر کچھ سے کچھ ہو گئ ہے۔ جیسے عیسائیت کے نزدیک انسانی شخصیت کی تعمیر اور تکمیل اس میں ہے کہ آدمی، رسول کو ابن اللہ کی

حیثیت سے پالے، جبکہ اسلام کے نزدیک انسانی شخصیت کی تعمیر و تکمیل اِس میں ہے کہ آدمی رسول کو خدا کے پیغام رسان (نرمی) کی حیثیت سے پا سکے۔

مسیح و میخ و چلیپا، یہ ماجرا کیا ہے
قصاص خُونِ تمنّا کا مانگیے کس سے

(۶) انسان، مخلوقات میں سب سے افضل اشرف ہے اور انسان خدا کی کائنات کا سب سے چھوٹا حصّہ مگر وہی عظیم کائنات کے مجموعی نظام سے بغاوت کرتا ہے۔ خدا کی اصلاح یافتہ دنیا میں فساد برپا کرتا ہے۔ یہ ایک "ہم آہنگ مجموعہ" میں بے آہنگی کا جوڑ لگاتا ہے۔ پیغمبر یہہ تعلیم دینے کیلیئے آتے ہیں کہ انسان کسطرح اپنے آپ کو "کائنات کی مجموعی اسکیم" سے ہم آہنگ کرے۔ انسان کی کامیابی، کائناتی منصوبے سے ہم آہنگی کی قیمت ہے اور انسان کا بگاڑ دراصل انسان کی آزادی کی قیمت ہے۔

ہم آہنگی سے ہے محفل جہاں کی
اِسی سے ہے بہار اس بوستان کی

(۷) اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ اسلامی حکومت قائم کرنے سے قبل سماجی نظام میں بھی اسکے مطابق تبدیلی لائی گئی کیونکہ سماجی نظام کے تابع سیاسی نظام ہوتا ہے۔ جیسے سماجی حالات ویسے سیاسی نظام، اسلئے زندگی میں اہمیت انفرادی اصلاح اور تعمیر شعور کی ہے بمقابلہ امارتِ بشری (حکومت انسانی) کے۔ کیونکہ صحیح انسانی شاکلہ (طور طریق) سے صحیح نظام حکومت برآمد ہوتا ہے۔ کیونکہ حکومتی نظام، شعوری تبدیلی کی زمین پر ہوتا ہے نہ کہ محض حکمرانوں کی تبدیلی یا نظام کی تبدیلی پر۔ اس طرح علماء ابدی طور پر

انفرادی کے نگران ہیں ان کا کام ہر دور میں تکوین شعور یا شاکلہ انسانی کی تصحیح کرنا ہے خواہ حکمرانوں مین بگاڑ آ جائے۔

(۸) نزول قرآن کا مقصد، عام لوگوں کو ڈرانا اور اہل ایمان کیلئے یاد دہانی ہے۔ عمومی انذار (ڈرانا) سے مراد دعوت الی اللہ ہے یعنی غیر مسلموں میں خدا کے دین کا پیغام پہچانا اور اہل ایمان کیلئے یاد دہانی یعنی اصلاح المسلمین والا کام ہے۔ ان کے ایمان کو زندہ کرنا، ان کے اندر گہرا دینی شعور پیدا کرنا جو دینی زندگی کیلئے محرک ہو۔ اس طرح افراد میں حقیقی ایمانی انقلاب لانا ہے تا کہ مسلمان تقلیدی ایمان سے شعوری ایمان کی طرف آ سکے۔ جہالت، بے شعوری کا دوسرا نام ہے اور اعلیٰ دینداری، اعلیٰ شعور کے بغیر ناممکن ہے اور اعلی شعور کیلئے (۱) اعلیٰ تعلیم (۲) اعلیٰ معرفت اِلاہی (۳) اعلیٰ فکر و تدبّر ضروری ہے۔ عقل، دین کی بنیاد ہے اور عقل کی بنیاد علم ہے اور علم کی بنیاد صبر ہے۔

(۹) گزرے ہوئے لوگوں کی بڑائی کا چرچہ کر کے خوش ہونا ایک حد تک ٹھیک ہے لیکن اسکی وجہ سے خود فکری اور خود عملی کو خیر باد کہہ دینا اور جھوٹے بھرم میں مبتلا ہو جانا مجرمانہ غفلت ہے۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ اُن کی اتباع کرتے ہوئے اپنا احتساب دن رات کرنا پھر اُن کی اصلاح کرنا کامیابی کا سبب ہے۔

کافی نہیں ہے بیٹھ کے مدح و ثنا کرین
اُٹھو کہ اُٹھ کے حق محبت ادا کریں

(۱۰) عمومی جہالت کے بہت سے اثرات میں اُن میں سے دو قابل تحریر میں۔ ایک یہ کہ عام مسلمان، دین کے بنیادی عقائد اور اُمور سے ناواقف ہونا اور غیر شعوری طور پر

ایسے اعمال کو اختیار کرنا جو دینِ حق سے متصادم (contradictory) ہیں۔ دوسرا اثر یہ ہے کہ ملّت اسلامیہ کے عوام بھی غیر مسلموں کے رواج سے چمٹے رہنا۔

جب جلینگی شعور کی شمعین
روشنی دُور دُور تک ہو گی

(۱۱) عوامی نفسیات میں یہ بات شامل ہے کہ اگر کوئی کسی کے خلاف ایک عرصے تک جھوٹے پروپگنڈے میں لگ جائے تو لوگ بلا تحقیق اُس بات کو سچ مان لیتے ہیں چنانچہ یہ مُہم جاری ہے لیکن یہاں کی جھوٹی کامیابی وہاں کی پریشانی کا سبب بن جائیگی۔

(۱۲) لوگ ایسے اجتماعات ، مجالس کا اہتمام کرتے ہیں جن کی دین میں کہیں روایت نہیں ملتی، منشاء یہ ہوتا ہے کہ عنوان مذہبی ہو اور اپنی خوبیاں بیان کرنے کا موقع ہاتھ آجائے۔ عقید تمندوں کا ہجوم پیدا کر سکیں، لیکن خدا کی اس کائنات میں کسی غیر اسلامی یا اسلام نما عمل سے ،اسلامی نتیجہ برآمد ہونے والا نہیں ہے۔

(۱۳) مسلمانوں کے عمل کو کل کے دن اسلام ہی سے جانچا جائیگا نہ کہ اسلام کو ، مسلمانوں کے عمل سے، مسلمانوں میں عملی انحراف، عِلمی انحراف کا نتیجہ ہے۔ عِلمی انحراف کیا ہے ؟ قرآن و حدیث وفقہ کو ، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم وحیات صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو نظر انداز کر کے غیر مستند باتوں کو دین کی اصل سمجھنا۔

اپنا کیا حال ہے اسلاف کی حالات کیا تھی
اپنی توقیر ہے کیا اُن کی وجاہت کیا تھی

(۱۴) کسی بھی نظریہ کو ثابت کرنیکے لیے دو میں سے ایک دلیل کا ہونا ضروری ہے، یا تو علمِ انسانی کی طرف سے کوئی دلیل موجود ہو یا وحی الاہی سے اُسکی تصدیق ہوتی ہو۔ جب دو طرف سے بھی دلیل موجود نہ ہو تو نظریہ ثابت نہیں ہوتا۔اب غیر ثابت شدہ نظریہ کو ثابت کرنیکے لیے دنیوی مثالیں دینا ایک غیر علمی کوشش ہے۔کیونکہ مثال کبھی بھی کسی ثابت شدہ حقیقت کو سمجھانیکے لیے دی جاتی ہے نہ کہ خود حقیقت کو ثابت کرنیکے لیے، جیسے اسلام میں برسی ہو یا سالگرہ اس خصوص میں شریعت کیطرف سے کوئی دلیل نہیں ہے اب اسکو ثابت کر کے دنیوی مثالین دینا مجرمانہ جسارت ہے۔

(۱۵) لوگ اُن میدانوں میں سر گرم عمل ہیں جن کا چرچا انسانی محفلوں میں ہوتا ہے اور جسکو اخبار کے صفحات میں جگہ ملتی ہے۔

برتر از اندیشۂ سُود و زیاں ہے زندگی ہے
کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی

(۱۶) مسلمانوں کو غیروں کے درمیان رہتے ہوئے صرف اپنی تصویر (image) درست رکھنا کافی نہیں ہے بلکہ اسلام کی تصویر کو بھی درست رکھنا ہے۔اسکے خاطر دینی اور دنیوی تعلیمی پستی جو ۱۰۰ سال سے چلی آرہی ہےاُسکو دور کرنا ہے۔ اُسی وقت مؤمنانہ اوصاف پیدا ہو سکتے ہیں۔

عام حالت میں بسر کی زندگی تو نے تو کیا؟
کچھ تو ایسا کر کہ عالم بھر میں افسانہ رہے

(۱۷) ہدایت پانیکے لیے سب سے اہم بات یہ ہے کہ آدمی کے اندر اعتراف کا مادہ ہو معاملہ کے بعد اپنی غلطی مان لینا ضروری ہے۔ حق کا اعتراف صرف وہی کرتا ہے جو حق

کی عظمت سے واقف ہو اور جو صرف اپنی عظمت سے واقف ہوں وہ حق کا اعتراف نہیں کرتا۔

وہ وقت بھی دیکھا ہے تاریخ کی نظروں نے
لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی

(۱۸) انسان دو قسم کے ہیں۔ ایک دلیل پر خاموش ہو جاتا ہے دوسرے ایسے ہیں جو طاقت سے چپ ہوتے ہیں۔ موجودہ دنیا دلیل سے چپ ہو جانیکی امتحان کی جگہ ہے۔ اور آخرت وہ مقام ہے جہاں طاقت، آدمی کو چپ کر دیگی۔ دلیل سے چپ ہونا حق کا اعتراف کرنا ہے۔ دلیل کے باوجود اعتراف نہ کرنا جہالت اور ضد ہے جس کا انجام بھیانک ہے۔

جب تک نہ زندگی کے حقائق پر ہو نظر
تیرا زُجاج ہو نہ سکیگا حریف سنگ

معنی—حقائق: حقیقتیں۔ زجاج: شیشہ۔ حریف سنگ: مقابلہ کرنے والا پتھر

(۱۹) بے آمیز دین جب پیش کیا جاتا ہے تو ملاوٹی دین کی پیروی کرنے والے اپنے آپ کو بے جگہ ہوتے ہوئے محسوس کرتے ہیں۔ نتیجتاً ہر ایک اُس کا مخالف ہو جاتا ہے جو بے آمیز دین پیش کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا میں ملاوٹی دین کا داعی بن جانا سب سے آسان کام ہے کیونکہ ماحول دین کی اساس (بنیاد) سے ناواقف لوگوں کا ہے۔

جسے تو مدرسہ و خانقاہ، اُٹھے تو سپاہ
یہی ہے مختصراً حکمت ولی اللہ

(۲۰) انسان دوسروں کی غلطیوں کو باریکی سے دیکھتا ہے بہ نسبت اپنی غلطیوں کے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ دوسروں کی غلطیوں کے تذکرے اور تکرار سے اپنے فخر کے جذبہ کو غذا ملتی ہے اس کا نام چھوٹی تسلّی ہے۔ اصل مسئلہ یوم قیامت دوسروں کا نہیں ہے بلکہ اپنی ذات کا ہے کہ کس طرح دوزخ سے نجات ملے۔

ذرا ٹٹول لو حامدؔ تم اپنے دامن کو
کہیں نکل نہ پڑے عیب ڈر اسی کا ہے

(۲۱) کسی چھوٹے آدمی کی بُرائی کو کوئی بھی دلچسپی سے نہیں سنتا، اگر کسی بڑے آدمی کی برائی کیجائے یا اُسکی بڑائی کو مجروح (تکلیف) کرنیوالی باتیں چل پڑیں تو سننے والوں کی بھیڑ لگ جاتی ہے۔ اسکی وجہ ،انسان کی ایک فطری اور پوشیدہ کمزوری ہے کہ وہ کسی کی بڑائی کو تسلیم کرنیکے لیے تیار نہیں ہوتا یہی حسد آدمؑ کی بڑائی کو ابلیس نے تسلیم نہیں کیا۔ جو حال اس کا ہوا وہی حال ایسے شخص کا ہوگا۔

(۲۲) اپنی بڑائی چاہنے والا اپنی ذات میں جیتا ہے اور دوسروں پر تنقید بغیر تحقیق کے کرتا ہے۔ اس لیے کہ اس میں احساس برتری ہوتا ہے۔ اور ڈرتے رہتا ہے کہ کہیں اسکی شخصیت مجروح نہ ہونے پائے، عظمت گھٹنے نہ پائے اور معتقدین کا حلقہ سکڑنے نہ پائے۔ طالب حق کی نفسیات اس سے الگ نہیں ہوسکتی ہے، وہ تحقیق کے بعد یا تو تنقید کریگا یا تعریف۔

جینا وہ کیا جو ہو نفَسِ غیر پر مدار
شہرت کی زندگی کا بھروسہ بھی چھوڑ دے

(۲۳) رزق کی تلاش، مؤمن کا کام ہے اور تلاش کے نتیجے کا تعلق خدا سے ہے۔ اسباب کا تعلق محنت سے ہے اور نتیجہ محنت کا تعلق مسبّب سے ہے۔ لوگ نتیجہ کو اللہ پر چھوڑنے کے بجائے محنت کو اللہ پر چھوڑتے ہیں۔ کارسازی اللہ کی طرف سے ہے اور کارگذاری انسان کی طرف سے ہونا چاہیئے۔

ماہمہ ذوق آگہی ہائے رے پستی بشر
سارے جہاں کا جائزہ اپنے جہاں سے بے خبر

(۲۴) ایک طرف، اسلام کو بدنام کرنیکے لیے اسلام دشمن عناصر ساری دنیا میں کوشش کررہے ہیں، اس سلسلے میں انھوں نے اسلامک فنڈا مینٹلیزم، اسلامک ملیٹنسی، اسلامک ٹیرارزم، جیسے اصطلاحات وضع کر کے شہرت دے رہے ہیں تو دوسری طرف خود مسلمان صبغۃ اللہ (دین اسلام) کو چھوڑ کر اپنے اپنے وضع کردہ نظریوں کے رنگوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ جس سے ملّت اسلامیہ کی یک رنگی ختم ہو گئی۔ اسکے اسباب کئی ہیں۔ کہیں جہالت سبب ہے تو کہیں مغربی اثرات، کہیں صحیح علم دین سے دوری، تو کہیں علماء وقت کو مختلف گروہوں یا جماعتوں میں تقسیم کرنا، تو کہیں مادہ پرستی تو کہیں مسلکی تعصب ہے۔

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبین
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا کام بنے

(۲۵) دلائل کی بنیاد پر منصفانہ کلام کرنا، زبان کا صحیح استعمال ہے۔ گمان کی بنیاد پر رائے قائم کرنا گناہ ہے۔ دورِ عروج کی علامت حقیقت پسندی ہے اور دور زوال کا علامت جذبات پسندی۔ صحت مند اختلاف سراپا خیر ہے اور الزام تراشی سراپا شر ہے۔ تعمیری

تنقید قابل ستائش ہے اور تنقید برائے عیب جوئی برائے دل آزاری ، کمینگی ہے۔ مسلمانوں کیلئے ان سب باتوں کا حل صرف ایک چیز میں ہے وہ ہے تعلیم۔ دینی تعلیم اور دنیوی تعلیم ،تاکہ لوگ صدفی صد تعلیم یافتہ ہو جائیں، تعلیم کے مقابلہ میں ہر چیز کی حیثیت ثانوی ہے۔ علم ، سفر اسلام کاآغاز ہے۔اسلام کا خمیر علم اور قلم سے آٹھا ہے اس سے اسلامی نظام میں تعلیم کی اہمیت واضح ہے۔ تعلیم اصلاح مسلمین کا بہترین ذریعہ ہے۔

فرنگ سے بہت آگے ہے منزلِ مؤمن
قدم اُٹھا! یہ مقام انتہائے راہ نہیں

(۲۶) مشاعری میدانوں میں خیالی گھوڑے دوڑانے والے شعراء حضرات کی نظر میں ادب کے معنی، شستہ کلامی (الفاظ کا انتخاب عمدہ) ، بلاغت بیانی، حفظ اشعار و لغت و اصطلاحات ہے۔ لفظی دنیامیں اِسی کوادب اور اِسی قسم کے کلام کرنے والے کو ادیب کہتے ہیں۔ ایسے ادب کی غرض داد چاہتا ، دولت کمانا اور سامعین کیلئے تفریح طبع کا سامان مھیا کرنا ہے۔ شعراء کے اشعار اور شاعرانہ تعبیرات میں واقعیت کم اور تخیّل ارائی زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے ادب کے سر چشمے سے یعنی شاعری سے اپنے پیغمبر کو دور رکھا کیونکہ ایسے ادب کا حاصل خیال آرائی اور پیغمبر کا موزوں حقیقت آرائی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے ارشاد فرمایا کہ بہتر شعر وہی ہوتا ہے جس میں سب سے زیادہ جھوٹ ہوتا ہے۔ عارفؔ، رومیؔ ، سعدیؔ، عطارؔ اور دیگر شعراء کی عظمت اُن کی شاعری کیوجہ سے نہیں ہے بلکہ ان کی معرفت اور کمالِ باطن اور دیگر اسلامی خوبیوں کی بناء پر ہے۔

(۲۷) شیطانی وساوس سے زیادہ شدید، نفس کے وساوس ہوتے ہیں کیونکہ شیطانی وساوس تو لَاحَوْلَ سے دور ہو جاتے ہیں لیکن نفس کے وساوس کا دور کرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ علیہ نے ایک صاحب سے فرمایا کہ آپ سیّد ہیں اور آپکے جَدّ اعلیٰ حضرت علی کرم اللہ وجہ ہیں جو کفار سے اور اپنے نفس سے دونوں سے جہاد کیا کرتے تھے۔ اب آپ فرمایئے آپ کون سا جہاد کرتے ہیں۔ یہ بات اگر آج کے وارفتگان (عاشق) علی سے پوچھیں تو اُن کے پاس کیا جواب ہے سوائے واویلا اور تبرّا کے، اگر اظہار حق پر کسی کو رنجہ ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس شخص کے نزدیک حق کا درجہ اور حق کی اہمیت بہت کم ہے۔ بعض لوگ محبت کیوجہ سے تباہ ہونگے اور بعض لوگ عداوت کیوجہ سے۔ محبت سے لوگ حضرت علی کو کہاں سے کہاں پہنچادیے اور خوارج ان کی عداوت میں تباہ ہو چکے۔

(۲۸) حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت سے محبتِ رسول پیدا ہوتی ہے۔ اور محبت رسول سے اطاعت رسول کا جذبہ ابھرتا ہے۔ اطاعت رسول اگر ہونے لگے تو اللہ کے محبوب ہو جاتے ہیں۔ اطاعت رسول کے تین وجوہات ہیں۔

۱۔ آپکے احسانات کیوجہ سے کہ آپ نے اللہ کی معرفت دی اور فلاح عظیم یعنی جنت کا راستہ بتلایا ہے۔ ۲۔ عظمت کیوجہ سے کہ آپکی عظمت خدا کے بعد سب سے عظیم ہے۔ ۳۔ تیسری وجہ یہ کہ جس سے محبت ہوتی ہے اُس سے موافقت اور اطاعت ضروری ہے ورنہ منافقت کہلاتی ہے۔

فدا ہوں آپکی کس کس ادا پر
ادائیں لاکھ اور بیتاب دل ایک

(۲۹) آئینہ اگر آدمی کے چہرے کی خرابی دکھائے تو آئینہ کو بُرا نہیں کہا جاتا بلکہ فوراً اپنی اصلاح کر لی جاتی ہے۔ مگر انسان جب دوسرے کو اُس کے عیب سے واقف کراتا ہے جس کا تعلق آخرت سے ہے تو وہ مخالفت، دشمنی اور انتقام لینے اور بد نام کرنے پر تُل جاتا ہے۔ وجہ یہ کہ اُسکی نظر میں چہرہ کی اہمیت ہے آخرت کی نہیں۔

(۳۰) خدا نے انسان کیلئے ایک درست راستہ مقرر کر دیا ہے۔ اب اِس راستے سے انسان کو صرف اُسکی خواہشات ہٹاتی ہیں اور مختلف طریقوں سے، کبھی ظاہری رونق کے فریب میں اُلجھا کر، کبھی وقتی فائدے کے خاطر، کبھی کسی معاملے کو غیرتُ اور حمیّتُ کا مسئلہ بنا کر آدمی کو مشتعل (جذبے کی شدت) کر دیتی ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ وہ خواہش پرستی کے بجائے اصول پسندی کا طریقہ اختیار کرے۔

(۳۱) قومی عادتیں، مُلکی عادتیں، مقامی عادتیں، رسومات اور روایات یہ سب وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ جُزِ مذہب بن گئیں۔ پھر ان کیوجہ سے فرقہ بندی کی بنیاد پڑی اسکے بعد آنیوالی نسلوں نے اندھی تقلید شروع کر دی۔ اندھی تقلید در اصل گمراہی اور بے عقلی کی تقلید ہے۔ خواہ کسی دلائل کے ساتھ اراستہ کریں۔

(۳۲) یہ بات حق ہے کہ شریعت کا کلام، عقل کے خلاف نہیں ہو سکتا لیکن عقل کا بھی کوئی معیار ہونی چاہیئے۔ چنانچہ انسان جب عقل کی ترازو میں غیبی اُمور کو تولنے لگتا ہے جیسے عالمِ برزخ کی کیفیات، محشر پُل صراط، میزان عمل، جسمانی عذاب و ثواب، جنت اور دوزخ تو یہ ساری باتیں عقل کے دائرے میں نہیں آتی، کیونکہ عقل کا میدان مشاہدات اور محسوسات کی حد تک محدود ہے اور یہ غیبی اُمور اس سے کافی اونچے ہیں ایسی صورت میں انسان برائے نام ان سب کا اقرار کر لیتا ہے جسکو تسلیم نما انکار کہا جا سکتا ہے۔ یہی اعتقاد والی کمزوری، انسان کو اعمال کی کمزوری کی طرف لے جاتی ہے۔ بہر

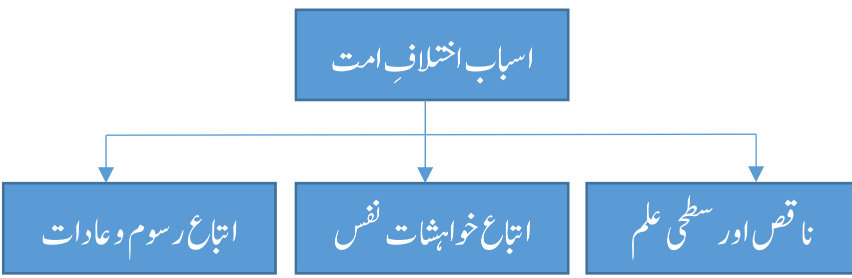
حال جسطرح دین میں اختلاف کا پہلا سبب جہالت ہے تو دوسرا سبب عقل کو امام بنانا ہے۔

(۳۳) ایک چیز ہے علم دین اور دوسری چیز ہے کیفیت دین، کیفیت دین یہ ہے کہ جو شخص جسقدر محنت کرے اُسی قدر حصّہ پائیگا، اسی طرح ایک چیز ہے مَظھر دین اور دوسری چیز ہے حقیقت دین۔ مظاہر دین پر لوگ زور دیتے ہیں لیکن حقائق دین کو نظر انداز کرتے ہیں۔ جیسے شانِ رسول میں نعت و قصیدے لیکن حقیقی اطاعت رسول سے بہت دور۔ قرآن کی قرأت کی آوازیں بلند ہو گی لیکن قرآن پر تدَبّر کرنے والا دکھائی نہیں دیتا۔ شریعت کے نفاذ کے بارے میں تقاریر ہو گی لیکن شریعت کو اپنانے کیلئے لوگ تیار نہیں۔ مظاہرِ شرک کے خلاف جہاد لیکن توحید خالص کو دل میں اتارنے والا کوئی نہیں۔ اسلام کی اخلاقی خوبیاں بیان میں آتی ہیں لیکن اسلام کی اخلاقی تعلیمات پر عمل کرنیکی کسی کو فرصت نہیں۔ نماز پر زور دیا جاتا ہے لیکن نماز کی کیفیت کس طرح اونچی ہوتی ہے اُس محنت کیلئے تیار نہیں۔ اس طرح مظاہر اسلام ہی پر محنتیں ہوتی رہینگی تو حقائق اسلام کی طرف کون آئیگا، کب آئیگا۔ آئیگا بھی یا نہیں؟

(۳۴) معاشی سر گرمی آدمی کی فطری ضرورت ہے ہر آدمی کو حق ہے کہ وہ معاشی دوڑ دھوپ کرے البتہ یہ ضروری ہے کہ معاشی سر گرمیاں جائز حدود کے باہر نہ جائیں۔ لیکن خواہشات اور حرص و ہوس کا دباؤ اسقدر ہو گیا ہے کہ اسلامی احکامات کو توڑ کر معاشی دوڑ دھوپ دن رات وقت بے وقت ہو رہی ہے۔

(۳۵) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حدیث "اِفْتِراقِ اُمّت" کے بارے میں اُلجھن تھی کہ اس اُمّت کے کئی فرقے ہو جائیگے جبکہ اس اُمت کا نبی ایک، قبلہ ایک اور

کتاب ایک ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس نے وضاحت فرمائی کہ اے امیر المومنین قرآن ہمارے سامنے نازل ہوا اور ہم اسکے اسباب نزول مصادر اور متعلقہ اُمور کو جانتے ہیں لیکن آئندہ ایسے لوگ آئینگے جو قرآن کو پڑھینگے لیکن اُن کو نزول کے متعلقہ علوم کا علم نہ ہونے سے اپنی طرف سے رائے زنی کر دینگے جسکی وجہ سے اُن میں اختلاف ہو جائیگا پھر نتیجتاً اُن میں آپس میں لڑائی ہو نگی۔ اِس سے پتہ چلا کہ قرآن کو پڑھنے کے دو درجے ہیں ایک ہے معرفت کیسا تھ پڑھنا اور دوسرا ہے بغیر معرفت کے ساتھ۔ جو شخص معرفت کے ساتھ قرآن مجید پڑھیگا وہی قرآن کو حقیقی طور پر سمجھے گا۔



(۳۶) کمانا یا کسب کرنا آدمی کی ضرورت ہے نہ کہ آدمی کا مقصد، آدمی کمانے کو ضرورت کے درجہ سے آگے بڑھا کر مقصد زندگی بنالیا اور مقصد زندگی یعنی اعلیٰ اقدار کے حصول کا معاملہ ختم ہو گیا جسکی وجہ سے اعلیٰ زندگی اکثر مسلمانوں کے گھروں میں تو ملے گی لیکن اعلیٰ سوچ شاذ و نادر، پروفیشنل نالج اکثر مسلمانوں کے گھروں میں بھرپور ملے گی لیکن مذہبی نالج شاذ و نادر اور اگر کہیں مذہبی علم ہے بھی تو عملی زندگی مذہبی نہیں ہے۔ علم رکھ کر لوگ یہ سمجھ لئے ہیں کہ عمل کر چکے۔ مقصدی تصور کو صرف ذہنوں میں رکھ کر یہ سمجھ لئے ہیں کہ وہ با مقصد ہو چکے حالانکہ مقصد کے ساتھ عملی

ہم آہنگی اور اسکے لئے باشعور زندگی کا ہونا ضروری ہے۔ ان سارے وجوہات کی بناء پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خوشنما گھروں میں بے رونق زندگی ہے۔

اونچے محلوں میں حیوانی کاسب پناہ لئے ہوئے ہیں
زر ہے وہ جس کو دیکھ کے فولاد نرم ہو

(۳۷) دنیا میں زندگی گزار نیکی کئی راہیں ہیں اور ہر راہ پر بے شمار لوگ چل رہے ہیں اور ہر راہ میں آسانیاں ہیں مگر ان بے شمار نِت نئے راہوں کے درمیان صرف ایک راہ ہے جسکو صحیح راہ کہتے ہیں اور یہ واحد راستہ ہی صحیح منزل تک انسان کو پہنچاتا ہے۔ آدمی اگر ارادہ صحیح راہ کا کرے لیکن کسی اور راہ پر چل پڑے، ایسی راہ جس میں بہت سی سہولتیں مھیا ہیں یا ایسی راہ جس پر بہت سے لوگ چلتے نظر آتے ہیں ان سب راحوں میں سے کوئی بھی راہ نہیں ہے جو منزل تک پہنچا سکے البتہ صرف ایک ہی راہ ہو گی اور یہ صراط مستقیم ہے۔ جسطرح دنیا میں کئی راہوں میں سے صرف ایک ہی راہ ہے نہ کہ مختلف، اسی طرح آخرت کی کامیابی کیلئے بھی ایک ہی راہ صحیح ہے نہ کہ مختلف راہیں۔

(۳۸) ہدایت کا راستہ مکمل واضح ہو جانے کے بعد کیوں شیطان کو یہ موقع ملتا ہے کہ وہ کسی کو صراط مستقیم سے ہٹا دے اور ہدایت سے گمراہی کی طرف، حق سے ناحق کی طرف لے جائے اور گمراہی کو ہدایت کے روپ میں اور بدعتوں کو سنتوں کے روپ میں پیش کرے۔ اسکی وجوہ یہ ہے کہ ہدایت کتنی ہی واضح ہو اس عالم امتحان میں بہر حال یہ گنجائش باقی رہتی ہے کہ کلام ہدایت کی غلط تاویل کر کے اُس کا اُلٹا مفہوم نکالا جا سکے۔

(۳۹) موجودہ ترقی یافتہ دنیا کیا ہے ؟امکانات جنت کا تعارف۔ دنیا ایک آئینہ ہے جس میں جنت کے مناظر کو دور سے دیکھا جا سکتا ہے۔ فطرت کے حسن کی صورت میں خدا نے اس دنیا میں جنت کا تعارف رکھ دیا ہے۔ راحت اور مسرت کی جو چیزین معیاری صورت میں جنت میں دی جانیوالی ہیں وہ چیزین موجودہ دنیا میں غیر معیاری صورت میں رکھ دی گئی ہیں۔ یہ چیزین تعارفی ہیں کہ انسان ان کو دیکھ کر ابدی جنت کا شائق نبے۔ مگر نادان انسان انھیں تعارفی چیزوں پر ٹوٹ پڑا اور اپنے کو اُس حقیقی اور ابدی مسرّت سے محروم کر لیا۔ جنت ایک نفیس ترین کائناتی معاشرہ ہے۔ جہاں کی زندگی میں ابدیت ہے وہاں کا معاشرہ خدا، فرشتوں اور پیغمبروں اور صالحین کا معاشرہ ہو گا۔ نہ حال کا کوئی غم یا تکلیف اور نہ مستقبل کا کوئی خوف یا اندیشہ۔

(۴۰) یہ بھی اللہ سے مذاق کی ایک قسم ہے کہ آدمی ایک طرف رَبَّنَا ثَبِّتْ أَقْدَامَنَا کی دعا مانگے اور دوسری طرف شیطان سے بھرپور تعاون بھی کرے، مسجد میں إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ کو دہراتے رہے اور بیرون مسجد ایسی کا اُلٹا کرے، ایک طرف خدا کی نکتہ نوازی کے قصّے گھڑے اور اُسی گھڑے پر احکامات کی نافرمانی کرے۔ تصوّف کی ا--ب- سے ناواقف لیکن سڑکوں پر حال اور قال کو موضوع بحث بنائے ہوئے ہیں۔ اُصول دین سے ناواقف لیکن کلمہ توحید کے سمندر میں غوط خوری کا دعوی، وقتی طور پر کچھ صالحین کی محبت مل گئی تو اپنے کو دین کے علم سے قرآن وحدیث کے علم کے حصول سے اپنے کو بے نیاز سمجھنے لگے۔ دین کے میدان میں کسی بھی دعوے کو دلیل سے ثابت کیا جاتا ہے کیونکہ ہمارا دین کتابی ہے، اور دلائل بھی کتاب میں موجود ہیں۔ لیکن لوگ اپنے دعوے کو، اپنی بات کو صحیح ثابت کرنیکے لیے شُعبَدہ بازی (چالاکی) کا سہارا لینے لگے۔ کوئی تیز سوِّے کو زبان کے آر پار کر رہا ہے، کوئی زہر کھا کر حق بجانب

ہونے کو ثابت کر رہا ہے، کوئی کانچ کھا رہا ہے، حالانکہ یہ سب افعال اپنے کو حق پر ثابت کر نیکے لیے معیار نہیں ہیں اسلئے کہ ان سے اونچی اور مشکل شُعبَدہ بازی (چالاکی) غیر قوم کر کے دکھارہی ہے۔

تحقیق وترتیب

الحاج قاری محمد ارشاد علی

مولوی عالم جامعہ نظامیہ